تحقیق وتنقید

رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور ان کے محرکات

ڈاکٹر محمد شمیم اختر قاسمی

رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے جن پہلوؤں کو مستشرقین اور دیگر مخالفینِ اسلام نے اعتراضات اور تنقیدوں کا نشانہ بنایا ہے، ان میں سے ایک غزوات کا پہلو بھی ہے۔ان کے نزدیک ان غزوات وسرایا کا مقصد لوٹ مار اور نئی قائم شدہ اسلامی ریاست کی معاشی بنیادوں کا استحکام تھا۔علمائے اسلام اور خاص طور پر جدید مسلم سیرت نگاروں نے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے اور غزواتِ نبوی کے حقیقی محرکات بیان کیے ہیں۔ ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی نے تقریباً دو دہائیوں قبل پروفیسر رؤوفہ اقبال، سابق صدر شعبۂ دینیات (سنی) مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کی تصنیف 'عہد نبوی کے غزوات وسرایا' شائع کی تھی، جو اپنے موضوع پر ایک بھرپور، تحقیقی اور مستند کتاب ہے۔

اس موضوع پر اہل علم کی تحریروں میں دو مختلف نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں۔ بعض حضرات غزواتِ نبوی کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں:ایک دفاعی اور دوسری اقدامی۔انھوں نے ان اقدامی غزوات کے اسباب ومحرکات بھی بیان کیے ہیں۔ جب کہ بعض حضرات تمام غزوات کو دفاعی نوعیت کا قرار دیتے ہیں۔ زیرنظر مقالہ میں بھی یہی رخ اختیار کیا گیا ہے۔ بہرحال اسے ایک نقطۂ نظر کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔ جو حضرات اول الذکر نقطۂ نظر کے اعتبار سے اظہارِ خیال کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے تحقیقات اسلامی کے صفحات حاضر ہیں۔ (محمد رضی الاسلام ندوی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتی جدوجہد سے صرف ۲۳؍سال کی مدت میں اسلام پورے جزیرۃ العرب میں پھیل گیا اور اس کی شعاعیں دوسرے ملکوں پر بھی پڑنے لگیں۔

ہر طرف امن وامان کا دور دورہ ہوگیا، عزت وعصمت محفوظ ہوگئی اور تہذیبی و اخلاقی قدریں بحال ہوگئیں۔ نبی اکرمﷺ کی اس عظیم کامیابی پر مشرق ومغرب کے معاندین اسلام جب گفتگو کرتے ہیں تو انہیں سوائے خرابی اور بدی کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ یہاں سیرت مقدسہ کے دیگر پہلوؤں کا ذکر نہیں ہے صرف غزوات وسرایا کا ذکر ہے۔ معاندین جب عہد نبوی کی جنگوں پر بحث کرتے ہیں تو ان میں مختلف قسم کے عیوب نکالنے اور متعدد قسم کے اعتراضات کرنے لگتے ہیں۔ ان میں سے ایک مشہور اعتراض یہ ہے کہ عہد نبوی میں جتنی بھی جنگیں ہوئیں وہ لوٹ مار پر مبنی تھیں، تاکہ مالی استحکام حاصل ہو۔ مشہور مستشرق 'جرجی زیدان' نے لکھا ہے:

''عہد و پیمان سے فراغت حاصل ہوگئی اور پرامن جگہ رہنے سے اطمینان ہوگیا تو مسلمانوں کو اہل مکہ کی ایذا دہی اور ان کے مظالم کا خیال آیا۔ انہوں نے انتقام لینے کی غرض سے قریشیوں پر چھاپہ مارنے اور جنگ کرنے کا قصد مصمم کیا اور بہت سے مشہور غروات وجود میں آئے، جو اسلامی جنگوں کا مقدمہ تھے۔ اسلامی جنگ عرب کی معمولی عادت کے موافق، جس کے وہ زمانۂ جاہلیت سے عادی تھے، چھوٹی چھوٹی مہموں اور قتل وغارت سے شروع ہوکر شہروں اور ملکوں کی فتح پر تمام ہوئی۔ ان غزات میں سب سے اہم غزوۂ بدر کبری کی مہم تھی، کیوں کہ اس جنگ میں مسلمانوں کی کامیابی نے انہیں پے در پے جنگ وجدل کرتے رہنے کا شوق دلایا اور ان کے ارادوں کو قوی بنادیا''۔[۱]

ایک دوسرا اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ان جنگوں کے ذریعہ آپؐ لوگوں کے اندر خوف ودہشت پیدا کرنا چاہتے تھے، تاکہ وہ مائل بہ اسلام ہوں۔ اسی وجہ سے قبول اسلام کے غیر معمولی واقعات رونما ہوئے۔ مستشرق 'ولہا وزن' نے لکھا ہے:

''وہ کیا چیز تھی جس نے اسلام میں داخلی قوت اور استحکام پیدا کردیا تھا۔ اسلامی روایتیں اس سے بحث نہیں کرتیں۔ بلکہ وہ صرف اس طاقت کے خارجی مظاہرے کے بیان پر اکتفا کرتی ہیں۔ محمد [ﷺ] کے قیام مدینہ کے زمانے کے تمام حالات مغازی رسول اللہ کے تحت بیان ہوتے ہیں۔ مدینے

کے قرب و جوار کے بعض چھوٹے چھوٹے قبائل (جہینہ، مزینہ، اسلم اور خزاعہ) کے ساتھ محمد [ﷺ] نے صلح و آشتی کا برتاؤ کیا۔ فیاضانہ غیر جانب داری نے بڑھتے بڑھتے اتحاد کی صورت اختیار کی اور بالآخر یہ سب کے سب مدنی سامراج میں داخل ہوگئے۔ لیکن باقی عرب کے ساتھ خود ان کے اصول نے انہیں محاربانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ ٹھیک اسی وقت سے، جب سے اسلام نے دین کو چھوڑ کر حکومت کا لباس پہن لیا، ضرورت محسوس ہوئی کہ کافروں سے جنگ کر کے اسلام کی فضیلت کا ثبوت دیں۔ اصول کی جنگ کو تلوار سے فیصل کرنا پڑا اور اللہ کی حاکمیت مطلق کا اظہار ان لوگوں پر، جو اسے ماننے کے لیے تیار نہ تھے، جبر و تشدد کے ذریعہ کیا گیا۔ بجائے عیسیٰؑ کے اگر محمد [ﷺ] یہ کہتے تو زیادہ مناسب تھا کہ ''میں امن کے لیے نہیں آیا ہوں، بلکہ تلوار لایا ہوں۔'' اسلام گویا بت پرستوں کے خلاف ایک مستقل اعلانِ جنگ کی حیثیت رکھتا ہے۔''[۲]

عہد نبوی کی جنگوں کے تفصیلی تجزیہ کا یہ موقع نہیں ہے۔ اس وقت صرف ان جنگوں کے محرکات پر روشنی ڈالنی مقصود ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ غزوات و سرایا کا آغاز ہونے سے قبل مسلمان مدینہ میں کن حالات سے دوچار تھے۔ اس سے بہ خوبی واضح ہوجائے گا کہ یہ جنگیں کیوں واقع ہوئیں اور پہل مسلمانوں نے کی یا دوسرے لوگوں نے۔

ہجرت مدینہ پر کفار مکہ اور مدینہ کے یہودیوں اور منافقین کا ردعمل

جن لوگوں نے آپؐ کی دعوت پر لبیک کہا اور ان کا سینہ ایمانی بصیرت سے منور ہوا، انہیں دیکھ کر کفار مکہ تلملا گئے، ان کا جوشِ غضب بھڑک اٹھا اور وہ انہیں طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے۔ خود نبی اکرمؐ کو کفار و مشرکین نے شدید تکالیف پہنچائیں، یہاں تک کہ منصوبہ بند طریقے سے آپؐ کے قتل کا فیصلہ کرلیا۔ اسی عالم میں جب کہ کار نبوت کے بارہ سال

گزر چکے تھے، آپؐ اور آپ کے صحابہ سخت مصائب سے گزر رہے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہجرت کا حکم دیا۔ اکثر اہل ایمان مال ودولت اور زمین و جائداد، عزیز واقارب، سب کچھ چھوڑ کر بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ آگئے۔ یہاں کے مسلمانوں نے آپؐ کا اور آپؐ کے ساتھیوں کا والہانہ استقبال کیا۔ حضور اکرم ﷺ کی آمد پر نہ صرف مسلمانوں کو حددرجہ خوشی ہوئی، بلکہ یہاں کے یہودیوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ آپ کی مدد اور رہ نمائی سے انھیں ان کے دشمنوں پر نصرت وفتح اور برتری حاصل ہوگی۔ جس وقت حضورؐ مدینہ میں داخل ہو رہے تھے، انہی دنوں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول مدینہ کا سردار بننے والا تھا۔ اس کی تاج پوشی کی ساری تیاری بھی ہوگئی تھی۔ لیکن حضورؐ کے مدینہ پہنچنے سے اس کا خواب چکنا چور ہوگیا اور لوگوں کی توجہ ادھر سے ہٹ کر نبیؐ پر مرکوز ہوگئی۔ اس وجہ سے وہ آپ کا دشمن بن گیا۔ بعض وجوہ سے وہ کھلے عام حضورؐ سے کچھ کہنے کی جرأت تو نہیں کرسکتا تھا، لیکن درپردہ منافقانہ رول ادا کرنے لگا۔

میثاق مدینہ کے ذریعہ مدینہ کے داخلی انتشار کا انسداد

اوس وخزرج مدینہ کے اہم قبائل تھے۔ یہ لوگ پرانی رنجش کی بنا پر باہم دست و گریباں رہتے تھے۔ اس سے کبھی کبھی مدینہ کی فضا مسموم ہوجاتی تھی۔ ادھر یہودیوں کے تین معروف قبائل: بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ بھی یہیں بسے ہوئے تھے۔ اہل کتاب ہونے کی بنا پر وہ مدینہ میں اپنی برتری کا اظہار کرتے اور بسا اوقات یہاں کے اصل قبائل سے لڑتے بھڑتے رہتے تھے۔ آپؐ نے لوگوں کو اس مناقشت اور جنگ جوئی سے روکنے کے لیے نہایت حکمت عملی سے ایک میثاق تیار کیا۔ جو 'میثاق مدینہ' کہلاتا ہے۔ یہ ۵۲/ دفعات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے پچیس (۲۵) دفعات تو مسلمانوں سے متعلق ہیں، ستائیس (۲۷) کا تعلق دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے ہے۔ اس میں تمام باشندگانِ مدینہ کے حقوق کی رعایت کی گئی اور زور دیا گیا کہ تمام قبائل اور مذاہب کے لوگ آپس میں اتحاد واتفاق سے رہیں گے، ہر ایک کو اپنے مذہب پر عمل کی آزادی حاصل رہے گی اور اگر کوئی بیرونی قبیلہ مدینہ پر حملہ آور ہوتا ہے

یا اس کے کسی فرد کو اذیت پہنچاتا ہے تو اس کے تدارک کے لیے سب لوگ تیار رہیں گے اور ہر طرح سے اس کی مدد کریں گے۔۳؎ اس میثاق کی رو سے بہ ظاہر مدینہ ہر طرح کے داخلی وخارجی خطرات اور اندیشوں سے محفوظ ہوگیا، مگر اندرونی طور پر دشمنان دین اپنی تخریب کاری سے باز نہ آئے۔

قریش کی دھمکی

ادھر کفار مکہ کو مسلمانوں کی مضبوط پوزیشن کا علم ہوا تو ان کی دشمنی میں مزید اضافہ ہوگیا۔ انھیں اندیشہ ہوا کہ مسلمان آگے چل کر خود اہل مکہ کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے فوری کوئی بڑی کاروائی کرنے سے پہلے مدینہ کے رئیس عبداللہ بن ابی بن سلول کو ایک دھمکی بھرا خط لکھا اور زور دیا کہ تم محمد [ﷺ] کو ان کے صحابہ سمیت مدینہ سے نکال باہر کرو، یا ان سب کا قتل کردو، ورنہ ہم اپنی پوری جمعیت کے ساتھ تم پر دھاوا بول دیں گے اور سب کو فنا کردیں گے اور تمہاری عورتوں کی عزت پامال کردیں گے۔۴؎ آئے دن مسلمانوں کو نئی خبریں مل رہی تھیں کہ مشرکین مکہ مدینہ پر کبھی بھی حملہ کرسکتے ہیں۔ اس خطرہ کی وجہ سے حضورؐ رات رات بھر جاگ کر گزارتے۔ ایک رات کی بے چینی کو دیکھ کر حضرت سعد بن وقاصؓ نے پہرہ دیا۔۵؎ خلاصہ یہ کہ مکہ سے نکل جانے کے بعد بھی قریش نے مسلمانوں کو سکون سے رہنے نہ دیا۔ جب تک انہوں نے کوئی بڑی فوجی کاروائی نہ کی، وہ مسلمانوں کو اپنے تفوق کی بنا پر ڈراتے دھمکاتے اور افواہوں کے زور پر ہراساں کیے رہے۔

اردگرد کے قبائل میں قریش مکہ کی پوزیشن مستحکم تھی

قریش مکہ کو خانۂ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے سارے عرب میں تفوق حاصل تھا اور وہ لوگ ان کا احترام کرتے تھے۔ اگر وہ کسی وقت مسلمانوں پر حملہ کرتے تو اردگرد کے قبائل ان کا ساتھ دیتے۔ نیز قریش مکہ کے تجارتی سفر میں جو قبائل راستے میں پڑتے تھے ان سے ان کے تعلقات مستحکم تھے۔ وہ ان کی آواز پر ان کا ساتھ دیتے، جب کہ مسلمانوں کا کوئی معاون اور مددگار نہ تھا، سوائے اوس وخزرج کے، مگر ان کی تعداد بہت کم تھی اور وہ اپنے اندرونی اختلافات

میں الجھے ہوئے تھے۔ان کے تعلقات بھی قرب وجوار کے قبائل سے بہت کم تھے۔ان حالات میں اللہ کے رسول ﷺ نے اردگرد کے قبائل میں اپنے آدمیوں کو بھیجنا شروع کیا، تاکہ ایک طرف قریش مکہ کی فوجی کارروائیوں کی خبر قبل از وقت ملتی رہے، دوسرے ان قبائل سے قربت بڑھے اور انہیں بھی معاہدے میں شامل کیا جاسکے۔

زیارتِ خانۂ کعبہ کے لیے مسلمانوں پر پابندی

ہجرت کے کچھ ماہ بعد حضرت سعد بن معاذؓ عمرہ کی نیت سے مکہ گئے اور اپنے دوست وحلیف امیہ بن خلف کے یہاں ٹھہرے۔ایک دن اس کے ساتھ طواف کعبہ کے لیے نکلے۔راستے میں ابوجہل سے ملاقات ہوگئی۔ابوجہل نے امیہ سے پوچھا: یہ کون ہے؟ اس نے کہا: یہ سعدؓ ہیں۔اس پر ابوجہل نے سخت لہجے میں کہا کہ تم نے 'بددین' کو اپنے یہاں پناہ دے رکھی ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ مسلمان خانۂ کعبہ کا طواف کرنے آئیں۔ پھر حضرت سعدؓ سے مخاطب کر کے کہا: بہ خدا اگر تم امیہ کے ساتھ نہ ہوتے تو یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتے تھے۔اس پر حضرت سعدؓ نے کہا: اگر تم نے ہمیں زیارتِ خانۂ کعبہ سے روکا تو ہم تمہارا راستہ روک دیں گے۔مطلب یہ تھا کہ شام کے تجارتی سفر کے لیے تمہیں ہمارے علاقے سے ہی گزرنا ہوگا۔ہم تمہارا وہ راستہ روک دیں گے۔ اس واقعہ سے مسلمانوں پر واضح ہوگیا کہ اب ان کے لیے خانۂ کعبہ کے دروازے بند ہوگئے اور وہ آئندہ حج کی سعادت سے مرحوم رہیں گے۔

مسلمانوں کے لیے مدافعانہ جنگ لڑنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا

اہل مکہ آپ کے دشمن تھے ہی، ان کی شہ پر قرب وجوار کے لوگ بھی آپ کے دشمن ہوگئے۔عبداللہ بن ابی کے منصوبہ کی تکمیل نہ ہونے کی بنا پر وہ بھی آپ کا دشمن بن گیا تھا۔ پھر جب قریش مکہ کی شہ ملی تو اس کی عداوت اور زیادہ بڑھ گئی۔ یہودیوں نے بلاوجہ آپ کو اپنا دشمن سمجھ لیا۔اب وہ وقت آگیا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ کھول دیئے جائیں اور انہیں حکم دیا جائے کہ جو لوگ انھیں ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور ان کے وجود کو فنا کرنے پر کمر بستہ ہیں، ان کا

مقابلہ کریں۔ وہ مظلوم ہیں اللہ ان کی مدد کرے گا۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ. الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ. (الحج:۳۹-۴۰)

اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جارہی ہے، کیوں کہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے ،صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے: ’’ہمارا رب اللہ ہے‘‘۔

اس آیت میں صاف کہا گیا کہ ان لوگوں کو یوں ہی جنگ کی اجازت نہیں دی جارہی ہے اور بلاوجہ نبیؐ لوگوں سے جنگ نہیں لڑرہے ہیں، بلکہ یہ مظلوم ہیں، انہیں ستایا گیا، گھروں سے نکالا گیا اور سکون سے رہنے نہیں دیا گیا، اس لیے اپنے دفاع میں یہ اقدام کررہے ہیں۔

اس کے باوجود نبی ﷺ اس بات کے خواہاں تھے کہ دونوں فریقوں کے درمیان جنگ کی نوبت نہ آئے۔چنانچہ اسی غرض کے لیے قرب وجوار کے علاقوں میں وفود روانہ کئے، تاکہ قریش مکہ اپنی تجارت کا خطرہ محسوس کرکے مسلمانوں سے صلح کا ہاتھ بڑھائیں۔ان وفود کا مقصد لوٹ مار اور ڈاکہ زنی نہیں تھا۔علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

’’غرض ان حالات کی بنا پر غزوۂ بدر سے پہلے سو سو پچاس پچاس کی ٹکڑیاں مکہ کی طرف روانہ کی جانے لگیں ۔ ابواء کی مہم سے پہلے بذات خاص آپؐ نے کسی مہم میں شرکت نہیں کی۔اس ابواء کی مہم سے پہلے، جو صفر ۲ھ میں واقع ہوئی اور جس میں آپ نے خود شرکت فرمائی تھی، ارباب سیر نے تین مہموں کا ذکر کیا ہے، جن کو ان کی زبان میں ’سریہ‘ کہتے ہیں۔سریۂ حمزہ، سریۂ عبیدہ بن حارث، سریۂ سعد بن ابی وقاص۔لیکن ان میں سے کسی مہم میں کوئی کشت و خون نہیں ہوا۔ یا تو بیچ بچاؤ ہوگیا یا بچ کر نکل گئے۔ ارباب سیر نے ان سرایا کا مقصد یہ بتایا ہے کہ یہ قریش کے تجارتی قافلہ کو چھیڑنے کے لیے بھیجے جاتے تھے، یعنی حضرت سعد کی تہدید کے مطابق ان کی شامی تجارت کو بند کرنا مقصود تھا۔مخالفین کہتے ہیں کہ صحابہ کو غارت گری کی تعلیم دی جاتی تھی۔

لیکن یہ الزام کس قدر جہالت پر مبنی ہے کہ اول تو اسلام کی شریعت میں یہ سخت تر گناہ ہے، ثانیاً واقعہ کیا بتاتا ہے؟ کیا ان میں سے کسی مہم میں بھی یہ مذکور ہے کہ صحابہ نے قافلہ کا مال لوٹ لیا؟ ثالثاً اگر ان سرایا کا مقصد لوٹنا اور ڈاکہ ڈالنا ہی ہوتا تھا تو قریش کے قافلۂ تجارت کے سوا یہ مقصد کہیں اور نہیں حاصل ہوسکتا تھا؟''[11]

کون نہیں جانتا کہ عرب کی سرزمین برسہابرس سے غیر مامون تھی اوران کے درمیان قتل وخوں ریزی کالامتناہی سلسلہ جاری تھا۔ لیکن حضورؐ کی بعثت کے صرف بیس (۲۰) سال بعد فتح مکہ کے ساتھ ہی پورے عرب میں امن وامان کی فضا طاری ہوگئی۔ اسی کے حصول کے لیے تو نبیؐ نے اتنی مصیبتیں اور مشقتیں برداشت کی تھیں۔ یہ مقصد آپ کو اقدامی جنگ کے ذریعہ نہیں، بلکہ دفاعی جنگ کے ذریعہ حاصل ہوا۔ جنگ بدر تا جنگ احزاب ساری جنگیں مدافعانہ تھیں۔ یہ جنگیں یا تو مدینے کے قریب لڑی گئیں یا مکہ و مدینہ کے درمیانی مقام پر۔ مقام جنگ اس بات کے ثبوت ہیں کہ حملہ آور مشرکین تھے، جو اسلام کو مٹانے کے ارادے سے آئے تھے۔ مدافعت کا حق دنیا کا ہر قانون تسلیم کرتا ہے۔ خود عیسائی کتب مقدسہ اس حق سے انکار نہیں کرتیں۔ عہد نامۂ قدیم کی رو سے فیصلہ کیا جائے تو پورا مشرک عرب گردن زدنی قرار پائے گا اور مسلمانوں کو مدافعت کا پورا پورا استحقاق میسر تھا۔[12]

قریش مکہ کی جانب سے حملہ کی پہل

غزوۂ بدر سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے جو سرایا روانہ کیے، ان میں سے کسی بھی سریہ کی قریش مکہ سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی۔ البتہ ان کا ایک مفید نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ آپؐ کے ذریعے مختلف قبائل کے درمیان عہد و پیمان ہوئے کہ یا تو وہ آپ کا ساتھ دیں گے، یا پھر غیر جانب دار رہیں گے۔ اس سے قریش مکہ اپنے لیے خطرہ محسوس کرنے لگے۔ اسی بوکھلاہٹ میں کرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کردیا اور مدینہ والوں کے مویشیوں کو بھگا لے گیا۔ اس نازیبا حرکت کے ذریعہ قریش مکہ مسلمانوں کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ ہم تین

سومیل دور رہنے کے باوجود تمہارے گھروں سے مویشی بھگالے جاسکتے ہیں، تو پھر تم پر کسی وقت حملہ کرنے کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔ مسلمانوں نے ان قریشی لٹیروں کا دور تک تعاقب کیا، مگر وہ بچ کر نکل گئے۔۸؎

قریش کی جنگی کارروائیوں کا پتہ لگانا

حضور اکرم ﷺ حالات کے پیش نظر چند افراد پر مشتمل قافلہ کو ادھر اُدھر بھیجا کرتے تھے، تا کہ قریش مکہ کی کارروائی کی خبر قبل از وقت ملتی رہے۔ اسی غرض کے لیے آپؐ نے ایک مختصر دستہ حضرت عبداللہ بن جحش کی قیادت میں ہجرت کے سترہ (۱۷) ماہ بعد ماہ رجب میں روانہ کیا۔ یہ دستہ مکہ کے بالکل قریب پہنچ گیا، جہاں سے قریش مکہ کی کارروائیوں سے آگاہی حاصل کی جاسکتی تھی۔ اسی مقام پر قریش کے ایک تجارتی قافلہ سے مسلمانوں کا آمنا سامنا ہوگیا۔ اب ان کے لیے مقابلہ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ یہ رجب کی آخری تاریخ تھی جو اشہرِ حرم میں شامل ہے اور اس میں جنگ ممنوع ہے۔ آپسی ردوقدح کے بعد یہ بات طے پائی کہ ان پر حملہ کیا جائے۔ اس جھڑپ میں قریش کا ایک آدمی مارا گیا۔ کچھ بھاگ نکلے۔ دو کو مسلمانوں نے گرفتار کرلیا اور ان کے سامان پر قبضہ کرکے کامیاب و کامران مدینہ لوٹے۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی طرف سے کرز بن جابر فہری کے حملے کا جواب تھا۔ جب یہ لوگ مدینہ پہنچے اور قیدیوں اور مال غنیمت کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپؐ نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم نے تمہیں حملہ کرنے کی اجازت تو نہیں دی تھی؟۹؎ اس حملے پر مشرکین نے بھی واویلا مچایا اور ہر طرف سے سوال ہونے لگے کہ مسلمانوں نے حرام مہینے کی حرمت پامال کی ہے۔ اس پر سورۂ بقرہ کی آیت ۲۱۷ نازل ہوئی، جس میں فرمایا گیا کہ قریش کی زیادتیوں کے سامنے یہ واقعہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

غزوۂ بدر کے اسباب

غزوۂ بدر سے ایک مہینہ قبل خود رسول اکرم ﷺ ڈیڑھ دو سو صحابہ کو ساتھ لے کر مقامِ

ذی عشیرہ' تک گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کے سراغ رساں دستہ نے آپ کو اطلاع دی کہ قریش کی ایک جماعت ان کا مال تجارت لے کر شام کے لیے مکہ سے روانہ ہو چکی ہے۔ مگر جب حضورؐ مقام مذکور پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ وہاں سے گزر چکا ہے۔ یہیں سے اسلامی تاریخ میں غزوات کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے۔ بیش تر مورخین اور اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ جب مذکورہ قافلہ واپس آرہا تھا، جو اپنے ساتھ کثیر منافع اور مال و دولت رکھتا تھا تو اس کے تعاقب کے لیے رسول ﷺ دوبارہ نکلے، جس کے نتیجے میں جنگ بدر واقع ہوئی۔ اس قافلہ کا سردار ابوسفیان تھا اور ان کے ساتھ قریش کے دیگر بڑے سردار بھی تھے۔ غور طلب بات ہے کہ کیا قریش مکہ نخلہ کے حملہ سے بے خبر تھے؟ کیا انہیں اندازہ نہیں تھا کہ مال و دولت سے بھرے اس قافلہ کو نبیؐ اور آپ کے اصحاب روکنے کی کوشش کریں گے؟ انھوں نے مسلمانوں کے ارادے کا پوری طرح اندازہ کر لینے کے بعد ہی یہ سفر اختیار کیا ہوگا، قریش کا یہ قافلہ جاتے ہوئے مسلمان کی گرفت سے بچ نکلا، مگر واپسی کے وقت اسے یقین تھا کہ اب کی بار ضرور مسلمانوں سے سامنا ہوگا۔ اس لیے ابوسفیان نے پہلے ہی مکہ خبر بھجوادی کہ ہمارا قافلہ خطروں میں گھر چکا ہے، ہماری مدد کے لیے پوری تیاری کے ساتھ پہنچو۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کی تیاری قریش مکہ نے پہلے سے ہی شروع کر دی تھی۔ فوجی قوت کی فراہمی اور نقل و حرکت کے انتظامات کے لیے درکار وقت کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ منصوبہ ایسے وقت تیار کیا گیا جب ابوسفیان کا قافلہ ابھی شام سے روانہ بھی نہ ہوا تھا۔ [۱۰] تاہم نبیؐ نے اپنی اس کارروائی کو اپنے صحابہ کے لیے بہت زیادہ ضروری نہیں سمجھا کہ اس میں شرکت سب کے لیے لازمی ہو۔ جیسا کہ امام بخاری نے صراحت کی ہے۔ [۱۱] اس کی تائید ابن ہشام کے مندرجہ ذیل اقتباس سے بھی ہوتی ہے:

> ''لوگوں نے آپ کی ترغیب کا اثر قبول کیا اور بعض تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، البتہ بعض نے سستی کی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے خیال کیا کہ رسولؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ جنگ درپیش ہے۔'' [۱۲]

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے چند سواریوں اور معمولی جنگی اسلحہ کو جمع کیا اور تین سو

تیرہ (۳۱۳) صحابہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور مقام بدر پر پہنچ کر مکی فوج اور قافلہ کا انتظار کرنے لگے۔ ادھر ابوسفیان کی طرف سے خبر ملتے ہی سارا مکہ اس کی مدد کو نکل پڑا۔ یہ دستہ ایک ہزار نفوس پر مشتمل اور پوری طرح آلات حرب سے لیس تھا۔ اچانک تیاری میں اتنا ساز و سامان اور اتنی تنظیم نہیں ہوسکتی۔ اس لیے لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ پہلے سے ہی اس کی تیاری کر رہے تھے، البتہ بعد میں اس کارروائی کو قافلہ کی حفاظت کا نام دیا گیا۔

جب رسول اکرم ﷺ بدر کے مقام پر پہنچے تو ابوسفیان کا قافلہ راستہ بدل کر وہاں سے نکل چکا تھا۔ اس قافلہ کے بچ نکلنے کی خبر قریش کی فوج کو ہوگئی تھی، جو اس کی مدد کے لیے آرہی تھی۔ اب مسلمانوں سے لڑنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، چنانچہ بعض لوگوں نے سپہ سالار ابوجہل سے کہا کہ چوں کہ ہمارے آدمی اور اموال محفوظ ہیں، ابوسفیان بچ کر مکہ کی طرف روانہ ہو چکا ہے، اس لیے اب جنگ کی کوئی ضرورت نہیں، مگر ابوجہل نے ان لوگوں کی بات نہ مانی اور آمادۂ جنگ رہا، دوسری طرف مسلمان کسی بڑی جنگ کی نیت سے نہیں آئے تھے، اس لیے حضورؐ نے اس نازک وقت میں صحابۂ کرام سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ مہاجرین اور انصار سب نے بیک زبان کہا کہ ان کا مقابلہ کیا جائے، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اس پر اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

> ''چلو اور خوش ہو جاؤ کہ اللہ نے مجھ سے دونوں گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔ واللہ اس وقت گویا میں بے شبہ ان لوگوں کے پچھڑنے کے مقامات دیکھ رہا ہوں۔''[۱۳]

تین سو تیرہ (۳۱۳) اور ایک ہزار (۱۰۰۰) ہزار کا کیا مقابلہ، وہ بھی اس حال میں کہ مسلمانوں کے پاس جنگی اسلحہ بھی فریق مخالف کے مقابلہ میں بہت کم تھا۔ لیکن چونکہ یہ حق و باطل کا پہلا معرکہ تھا، اس لیے ان کے حوصلے بلند تھے۔ انھوں نے یہ جنگ اپنے ذاتی مفاد اور مال و دولت کے لالچ میں نہیں کی تھی، بلکہ اللہ کی رضا اور اس کے دین کو دنیا میں غالب و نافذ کرنے کے لیے کی تھی۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نصرت و مدد فرمائی، قریش مکہ شکست سے دوچار ہوئے اور مسلمانوں کو کامیابی اور سرخروئی حاصل ہوئی۔

ابوسفیان کے ذریعے مسلمانوں پر دوبارہ حملہ

قریش مکہ اب بھی سکون سے نہ بیٹھے اور انھوں نے بدر کی شکست کا بدلہ لینے کی ٹھان لی، یہاں تک کہ ابوسفیان نے قسم کھائی کہ جب تک محمد[ﷺ] سے فیصلہ کن جنگ نہ کرلوں گا اس وقت تک جنابت غسل کے لیے پانی کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔ اپنی قسم کو پوری کرنے کے لیے اس نے دوسوسواروں کو ساتھ لیا اور مدینہ کے قریب ایک پہاڑی کے دامن میں اترا۔ اپنے لشکر کو اس نے وہیں ٹھہرایا اور خود رات کی تاریکی میں مدینہ کے یہودی سلام بن مشکم کے پاس گیا۔ اس نے اسے مہمان بنایا اور مسلمانوں کے رازوں کی خبر دی۔ پھر وہ رات کے آخری حصے میں وہاں سے نکل گیا۔ جاتے جاتے مدینہ کے ایک کنارے 'عریض' کے مقام پر واقع ایک نخلستان میں آگ لگادی اور ایک انصاری سعد بن عمرؓ اور ان کے حلیف کو کھیت میں تنہا پاکر قتل کردیا۔ حضورﷺ کو اس حملہ کی خبر ہوئی تو چند صحابہ کو اس کے پیچھے دوڑایا، مگر وہ اس کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔[۱۴] اس حملہ کے ذریعہ ابوسفیان نے اپنی قسم تو پوری کرلی، مگر خواہ مخواہ مسلمانوں کو مجبور کردیا کہ تم بھی قریش پر حملہ کرو۔

بنوقینقاع کی معاہدہ شکنی اور اس کا انجام

مدینہ میں آباد یہودیوں کا ایک قبیلہ بنوقینقاع تھا۔ مسلمانوں کو غزوۂ بدر میں شان دار کامیابی ملی تو ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے۔ سب سے پہلے انھوں نے ہی عہد شکنی کی اِس پر اللہ کے رسول نے انہیں سمجھایا، مگر انھوں نے پلٹ کر جواب دیا:

> "اس دھوکے میں نہ رہنا کہ ہم بھی تمہاری قوم کی طرح ہیں۔ ان لوگوں کو جنگ کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا، اس لیے تم نے ان پر قابو پالیا۔ ہم سے جنگ کروگے تو تمھیں معلوم ہوجائے گا کہ ہم خاص قسم کے لوگ ہیں۔"[۱۵]

ایک دن اپنی بدباطنی کی وجہ سے انھوں نے اس کا موقع بھی فراہم کردیا کہ ان پر سختی کی جائے اور انہیں کیفرکردار تک پہنچایا جائے۔ ہوا یہ کہ ایک مسلمان عورت کچھ سامان خریدنے کی غرض سے ان کے ایک دکان دار کے یہاں گئی۔ دکان دار نے اس کے ساتھ شرارت کی۔

خاتون نے اپنی مدد کے لیے آواز لگائی، اس پر ایک مسلمان نے دکان دار کو قتل کر دیا۔ یہودیوں نے اس مسلمان کو شہید کر دیا۔ اس پر فضا کشیدہ ہوگئی ۔ مقتول مسلمان کے اقربا اور ان کے حلیف بگڑے تو پوری آبادی مسلم آبادی پر ٹوٹ پڑی۔ اس فساد کو ختم کرنے کے لیے بنو قینقاع کے خلاف تادیبی کاروائی کی گئی۔ ان کا محاصرہ کیا گیا۔ باہر سے کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچا تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس وقت منافق عبداللہ بن ابی درمیان میں آگیا اور نبی ﷺ سے درخواست کی کہ میرے حلیفوں کے ساتھ رحم کا معاملہ کیجئے۔ آپؐ نے ان کی جان بخشی تو کر دی، مگر حکم دیا کہ وہ مدینہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ ۱۶

غزوۂ احد

ابوسفیان غزوۂ بدر کا بدلہ لینے کی مسلسل تیاری کرتا رہا۔ اس کے ساتھ بعض دوسرے سردار بھی قریش کے اعیان واشراف کے پاس پہنچتے اور انہیں آمادہ کرتے کہ مسلمانوں سے ایک بڑی جنگ لڑنے میں ہماری ہر طرح سے مدد کریں، یہاں تک کہ پورا مکہ ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار ہوگیا۔ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کی خواتین نے بھی اس جنگ میں حصہ لیا۔ جب تین ہزار کا لشکر جرار تمام ساز وسامان کے ساتھ تیار ہوگیا تو منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا آگے بڑھا اور 'جبل احد' کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔

حضور ﷺ کو اتنی بڑی فوج کے ساتھ قریش مکہ کے حملے کی خبر ملی تو آپؐ نے صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا۔ ان کی اکثریت اس رائے پر متفق ہوئی کہ مدینہ سے نکل کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ ایک ہزار کا اسلامی لشکر تیار ہو کر نبیؐ کے گرد جمع ہوگیا۔ جب یہ لشکر مدینہ سے نکل کر تھوڑی دور پہنچا تو عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ہم خیال لوگوں کو لے کر مسلمانوں سے الگ ہوگیا اور جنگ میں شرکت سے منع کر دیا۔ نبی ﷺ سات سو صحابہ کو لے کر احد کی گھاٹی میں پہنچے اور وہیں ٹھہر گئے۔ آپ نے مدینہ کو سامنے اور احد کو پشت پر رکھ کر صفوں کو مرتب کیا۔ اسلامی لشکر کو حملہ کرنے سے قبل یہ تاکید بھی کر دی کہ تمہیں جن مقامات پر متعین کیا گیا ہے ان پر جمے رہنا اور پشت کی جانب سے ہماری حفاظت کرنا۔ اگر ہمیں قتل ہوتا ہوا بھی دیکھو تو ہماری مدد کے لیے نہ آنا اور اگر غنیمت حاصل کرتے ہوئے دیکھو تو بھی اس میں شریک نہ ہونا۔ ۱۷

جنگ کا آغاز ہوا تو پہلے ہی وہلہ میں دشمن کی فوج پر افسردگی چھانے لگی اور اس کے بڑے بڑے سورما یکے بعد دیگرے مارے جانے لگے۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کو اس جنگ میں کامیابی مل جاتی، مگر بعض مسلمانوں کی غلط فہمی اور جلد بازی سے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ انھوں نے اس درّہ کو چھوڑ دیا جس پر جمے رہنے کی حضور ﷺ نے تاکید کی تھی۔ دشمن نے پلٹ کر حملہ کر دیا، جس کی بنا پر اس جنگ میں ستر (۷۰) صحابہ شہید ہوئے اور تقریباً پچیس (۲۵) آدمی کافروں کے مارے گئے۔

مدینہ سے بنو نضیر کا اخراج

یہود کا دوسرا بڑا قبیلہ بنو نضیر تھا۔ یہ بھی مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ ایک موقع پر آپؐ ان کے پاس گئے، انہوں نے آپ کو عزت واحترام سے بٹھایا، لیکن خفیہ طریقے سے اپنے آدمیوں کو چھت پر بھیج دیا، تاکہ اوپر سے آپؐ پر بھاری پتھر گرا دیں اور نعوذ باللہ آپؐ کا کام تمام ہو جائے۔ حضور کو بروقت ان کی سازش کا علم ہو گیا اور آپ بغیر کسی کو بتائے وہاں سے چلے آئے۔ اس جرم کے نتیجہ میں حضورؐ نے بنو نضیر کو حکم دیا کہ دس دن کے اندر مدینہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ بنو نضیر نے مدینہ چھوڑنے کی تیاری شروع کر دی، لیکن عبداللہ بن ابی اور اس کے ہم خیال ساتھیوں نے ان کی ڈھارس بندھائی کہ تم کو یہاں سے جانے کی ضرورت نہیں، تم ڈٹے رہو، ہم تمہاری مدد کے لیے ہر طرح سے تیار ہیں۔ اس پر بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب نے حضور کے پاس جوابی خبر بھجوائی کہ ہم یہاں سے ہرگز نہیں جائیں گے، آپ کو جو کرنا ہے کر لیں۔ حضور ﷺ نے محاصرہ کر لیا۔ جب یہودیوں پر معاملہ کی سنگینی ظاہر ہوئی کہ ہم بے موت مارے جائیں گے، عبداللہ بن ابی مدد کو نہیں پہنچ رہا ہے اور بنو قریظہ کے لوگ بھی، جو ہمارے ہم مذہب ہیں، مدد کو نہیں آ رہے ہیں، تو وہ سرنگوں ہو گئے اور ہتھیار ڈال دیئے۔ رسول ﷺ نے اب بھی وہی بات کہی کہ تم مدینہ چھوڑ کر چلے جاؤ، جاتے ہوئے سوائے ہتھیاروں کے جتنا سامان لے جا سکتے ہو، لے جاؤ۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ یہ لوگ یہاں سے نکلے تو کچھ لوگوں نے خیبر اور کچھ لوگوں نے شام کا راستہ اختیار کیا۔[۱۸]

غزوۂ خندق میں قریش اور ان کے اتحادیوں کی شکست

بنو نضیر جلا وطن ہو کر خیبر میں آباد ہو گئے تھے۔ وہ مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے منصوبہ بند کوشش کرنے لگے۔ انھوں نے قریش مکہ کو ہر طرح کا تعاون دینے کا یقین دلایا، یہاں تک کہ ایک فیصلہ کن جنگ کرنے پر انہیں آمادہ کر لیا۔ یہودیوں نے غطفان اور دیگر اسلام دشمن قبائل کی شرکت کو اس جنگ میں یقینی بنانے کے لیے معاہدے کیے۔[۱۹]

رسول اللہ ﷺ کو متحدہ محاذ کی خبر ملی تو آپ نے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا۔ اس موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ نے مشورہ دیا کہ اسلام دشمن طاقت کا مقابلہ کھلے میدان میں کرنے کے بجائے خندق کھود کر کیا جائے۔ اس نئے عجمی طریقۂ جنگ کو سب لوگوں نے پسند کیا اور ایک لمبی خندق کھودلی گئی۔ خندق کھودنے میں آپؐ بھی بہ نفس نفیس شریک رہے۔ یہ خندق دشمنوں کی اس بڑی تعداد کے سامنے مدینہ کی حفاظت کے لیے اگرچہ ناکافی تھی، لیکن مسلمانوں کے لیے اس نے ڈھال کا کام دیا۔ جب دشمن کی فوج قریب آ گئی تو آپ نے عورتوں کو محفوظ مقام پر بھیج دیا اور ان کی نگرانی کے لیے دو سو صحابہ کو مامور کر دیا کہ اندرونی فتنے سے یہ لوگ محفوظ رہیں پھر تین ہزار (۳۰۰۰) افراد پر مشتمل فوج کو لے کر آگے بڑھے اور 'سلع' کی پہاڑی کو پشت پر رکھ کر صف آرا ہو گئے۔ کئی دنوں تک فوج آمنے سامنے رہی، مگر مقابلہ آرائی کی نوبت نہ آئی۔ چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہیں، وہ بھی شام ہوتے رک جاتیں۔ اس دوران میں خاص طور سے مسلمانوں کو خورد و نوش کی کمی لاحق ہونے لگی، ٹھنڈک کی وجہ سے وہ بے حال ہو رہے تھے، بڑی بے چینی کا عالم تھا۔ مسلمانوں کے اس کرب کا ذکر سورۂ احزاب میں موجود ہے۔

ادھر بنی قریظہ نے مسلمانوں سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا اور قریش کے ساتھ ہو گئے۔ اب گویا ایک طرح سے دشمنوں نے مدینہ کو گھیر لیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اعلیٰ جنگی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے حضرت نعیم بن مسعودؓ کو، جن کا ایمان ابھی لوگوں پر ظاہر نہ ہوا تھا، قریش اور یہودیوں کے علاوہ قبیلۂ غطفان کے درمیان بھیجا تاکہ وہ اپنی گفتگو سے ان کو ایک دوسرے کا

مخالف بنا دیں۔ حضور کی یہ ترکیب کارگر ہوئی اور حملہ آور گروہ کے اندر انتشار پیدا ہوگیا اور ان کے حوصلے پست ہونے لگے۔[۱۹] اسی دوران میں ایک رات اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی خوف ناک آندھی بھیجی کہ دشمن کے خیمے اڑ گئے اور ان کا سامان تتر بتر ہوگیا۔ اب ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ یہاں سے راہ فرار اختیار کریں۔ اس طرح مسلمانوں کو اس اعصابی جنگ میں کامیابی ملی۔ اسی کے ساتھ ان گروپوں کا بھی بھانڈا پھوٹ گیا جو اب تک خفیہ طور سے مسلمانوں کے دشمن بنے ہوئے تھے۔

بنی قریظہ کی غداری کا انجام

بنی قریظہ غزوۂ خندق تک مسلمانوں کے معاہد اور حلیف تھے، لیکن عین لڑائی کے وقت انھوں نے غداری کی اور قریش کا ساتھ دیا۔ محاصرہ کی طوالت اور سختی کی بنا پر وہ مجبور ہوئے کہ ہتھیار ڈال دیں۔ اس موقع پر انھوں نے ہی یہ تجویز رکھی کہ سعد بن معاذؓ ان کے حق میں جو فیصلہ کریں گے، وہ انھیں منظور ہوگا۔ حضرت سعدؓ نے بنی قریظہ کے جرم کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے اور توریت کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ سنایا کہ قابل جنگ مردوں کو قتل کر دیا جائے، ان کے اموال بانٹ دیے جائیں اور بچوں کو قید کرلیا جائے۔[۲۰]

صلح حدیبیہ- فتح مبین

اعدائے اسلام، اپنی منظّم کوشش کے باوجود غزوۂ خندق میں مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ اب قریش مکہ کے اندر آگے بڑھ کر مسلمانوں سے نبرد آزمائی کی سکت نہ رہی اور بہ ظاہر وہ کوئی بڑی جنگ برپا کرنے کی پوزیشن میں نہ رہے۔ اس طرح مسلمانوں کی پوزیشن بڑی حد تک مستحکم ہوگئی۔ انھی دنوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول کو خواب میں اطلاع دی کہ عن قریب آپ اپنے اصحاب سمیت مکہ میں داخل ہوں گے اور مراسم حج ادا کریں گے۔ جب آپؐ نے اس اطلاع غیبی کا تذکرہ اپنے صحابہ سے کیا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ آپؐ نے مدینہ کے اردگرد کے قبائل میں جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، خبر بھجوادی کہ ہم عمرہ کے ارادہ سے نکل رہے ہیں۔ جو میرے ساتھ چلنا چاہے، تیار ہوجائے۔ اس اعلان کے نتیجے میں بہت سے لوگ

تیار ہو گئے ۔ چنانچہ آپ عمرہ کی غرض سے چودہ سو صحابہ کو ساتھ لے کر یکم ذی قعدہ ۶ ھ کو مدینہ سے نکلے ۔آپ نے تلوار کے علاوہ کوئی جنگی سامان نہ لیا، تلوار بھی نیام میں تھی ۔ یہی حکم دوسرے لوگوں کے لیے بھی تھا۔اندیشہ تھا کہ کہیں قریش مسلمانوں کو دیکھ کر جنگ کے لیے سامنے نہ آ جائیں، یا بیت اللہ میں جانے سے روک نہ دیں۔ اس لیے آپؐ نے ظاہری علامت کے طور پر قربانی کے جانوروں کو ساتھ رکھا اور احرام باندھ لیا، یہاں تک کہ آپؐ حدیبیہ پہنچ گئے ۔[۲۱]

قریش کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ملی تو انہیں بہت شاق گزرا۔ دقّت یہ تھی کہ زیارت بیت اللہ سے کسی کو روکا نہیں جا سکتا، نیز ماہ حرام میں جنگ وقتال ممنوع ہے۔ دوسری طرف اگر وہ مسلمانوں کو خانۂ کعبہ کی زیارت کر لینے دیتے ،تو اس کے معنیٰ یہ لیے جاتے کہ قریش میں اب اتنی بھی طاقت نہ رہی کہ وہ اپنے دیرینہ دشمن کو زیارتِ کعبہ سے روک سکیں۔ چنانچہ قریش مکہ نے بڑے غور وفکر کے بعد آخری فیصلہ یہی کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے آپؐ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے ، جب کہ حضور ﷺ چاہتے تھے کہ جنگ کی نوبت کسی طرح نہ آنے پائے۔(الفتح:۲۶) اس لیے دونوں طرف سے وفود آنے جانے لگے ، بالآخر دونوں فریقوں کے درمیان صلح ہوئی ،اس کی اہم دفعات درج ذیل تھیں:

۱۔ فریقین دس سال تک جنگ نہ کریں گے۔اس اثنا میں لوگ امن کی زندگی بسر کریں گے۔

۲۔ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں ،اگلے سال آئیں تو تین روز مکہ میں قیام کریں گے،تلوار نیام میں ہوگی ،اس کے سوا کوئی اور ہتھیار نہیں ہوگا۔

۳۔ محمد [ﷺ] کے ساتھیوں میں جو شخص حج ،عمرہ یا تجارت کے لیے مکہ آئے گا ، وہ قریش کی امان میں ہوگا اور قریش کا کوئی فرد مصر یا شام بہ غرض تجارت جاتے ہوئے مدینہ سے گذرے گا تو اس کی جان و مال کو تحفظ حاصل ہوگا۔

۴۔ اگر قریش کا کوئی فرد اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر مدینہ چلا جائے تو محمد [ﷺ] اسے واپس کرنے کے ذمہ دار ہوں گے ،لیکن ان کے ساتھیوں میں سے اگر کوئی بھاگ کر مکہ آتا ہے تو اہل مکہ اسے واپس نہیں کریں گے۔

۵۔ اہل عرب فریقین میں سے جس کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہیں، کرسکتے ہیں۔۲۲؎

حضورؐ نے صلح کے بعد حدیبیہ میں ہی قربانی کے جانور ذبح کیے اور سر کے بال منڈوائے۔قرآن کریم نے اس صلح کو فتح مبین قرار دیا۔ (الفتح:۱۸) آپؐ خانۂ کعبہ کی زیارت کیے بغیر مدینہ واپس آگئے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ صلح کے لیے فریقین کی جانب سے جب سفیر آنے جانے لگے تو مسلمانوں نے قریش کے کسی سفیر پر کوئی زیادتی نہیں کی، جب کہ مسلمانوں کے نمائندے قریش کے پاس جاتے تو انہیں پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔حضرت عثمانؓ کو مختصر وقت کے لیے نظر بند کردیا گیا اور خبر مشہور کردی گئی کہ وہ قتل کردیے گئے ہیں۔ جب یہ خبر مسلمانوں کے پاس پہنچی تو انہوں نے بدلہ لینے کے لیے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لیے بیعت رضوان ہوئی۔ مگر بہت جلد انہیں چھوڑ دیا گیا، اس طرح جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ معاہدہ بہ ظاہر دب کر کیا تھا، اس سے بعض صحابہ بھی وقتی طور پر خوش نہ تھے، مگر جب ان پر اس معاہدہ کے دور رس اثرات کا راز منکشف ہوا تو ان کا ذہنی کرب اور اضطراب زائل ہوگیا۔

فتحِ خیبر کے بعد یہودیوں کے فتنہ سے نجات ملی

غزوۂ خندق میں خیبر کے یہودیوں نے اہم کردار ادا کیا تھا اور انہی کی شہ پر قریش نے جنگ برپا کی تھی، نیز ان لوگوں نے عین حالت جنگ میں بنی قریظہ کو عہد شکنی کی ترغیب دی تھی اور اس فیصلہ کن جنگ میں قریش کا ساتھ دینے لیے راضی کیا تھا۔طرفہ تماشا یہ کہ وہ آئے دن مدینے کے مسلمانوں کو راستے میں ستاتے اور ان پر چھاپا مارتے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے ایک بڑی جنگ کی تیاری بھی شروع کردی تھی۔ اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی سرکوبی ضروری سمجھی۔ آپؐ نے چودہ سو (۱۴) سوصحابہ کو لے کر ۷ھ کی ابتداء میں ان پر حملہ کیا اور اتنی عمدہ حکمت عملی اختیار کی کہ بنی غطفان اور خیبر کے یہودیوں میں دراڑ پڑگئی اور کوئی ایک دوسرے کی مدد کو نہ پہنچ سکا۔ مسلمانوں نے خیبر کا سخت محاصرہ کیا۔ یکے بعد دیگرے یہودیوں

کے قلعے فتح ہوتے گئے۔ آخر میں ایک قلعہ فتح نہیں ہو پا رہا تھا تو ایک دن علم حضرت علیؓ کے ہاتھ میں دیا گیا، ان کی جواں مردی سے وہ بھی فتح ہو گیا۔ رسول ﷺ نے یہود کا پانی بند کر دیا اور وہاں پہرے بٹھا دیئے، تاکہ وہ مجبور ہو کر محاصرہ اٹھا لینے کی بات کریں۔ مجبور ہو کر یہود کے سردار نے صلح کا پیغام بھجوایا، جسے حضورؐ نے منظور کیا۔ آپؐ نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا جو بنی نضیر کے متعلق کیا تھا۔ مگر ان لوگوں نے حضور سے یہ درخواست کی کہ ہمیں یہاں سے نہ نکالا جائے، ہم اپنی کاشت کا نصف حصہ آپ کو دیتے رہیں گے۔ نبی ﷺ نے بہ تقاضائے مصلحت اسے منظور کر لیا، البتہ صلح میں یہ بات بھی شامل کر دی کہ یہ صلح ہمیشہ کے لیے نہیں ہے، ہم جب چاہیں گے تم لوگوں کو یہاں سے نکال دیں گے۔ خیبر میں تقریباً اٹھارہ (۱۸) یا اس سے کچھ زیادہ مسلمان شہید ہوئے اور یہود کے ترانوے (۹۳) جواں مرد موت کی آغوش میں پہنچے۔ باوجود صلح کے یہود اپنی شرارت سے باز نہ آئے اور بڑی چالاکی سے حضورؐ کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ سلاّم بن مشکم کی بیوی نے آپ کی دعوت کی۔ گوشت میں اس نے زہر ملا دیا۔ نبی ﷺ نے اس کا کچھ حصہ منہ میں ڈالا ہی تھا کہ اندازہ ہو گیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے، اس لیے آپ نے اسے اگل دیا۔ اس طرح آپ کی جان تو بچ گئی، مگر آپ کے ایک صحابی نے اسے کھا لیا تھا، جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔[۲۳] لیکن آپؐ ان کے حق میں ہدایت کی دعا کرتے ہوئے واپس آئے۔[۲۴]

غزوۂ موتہ

صلح حدیبیہ کے بعد آپؐ نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط ارسال کیے۔ اس پر ملا جلا ردعمل ہوا۔ انہی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ حاکم بصریٰ (جو عیسائی تھا) کے نام ایک خط بھیجا۔ اسے حارث بن عمراز دیؓ لے کر گئے تھے۔ انہیں شام کے گورنر شرحبیل بن عمرو غسانی نے پکڑ کر قتل کر دیا۔ سفیروں کا قتل کرنا انتہائی سنگین جرم تھا۔ اس حادثہ کی خبر نبی اکرم ﷺ کو ہوئی تو آپؐ پر غیر معمولی اثر ہوا۔ اس کے تدارک کے لیے آپؐ نے تین ہزار (۳۰۰۰) صحابہ کو تیار کیا اور زید بن حارثہؓ کو اس کا سپہ سالار بنا کر 'غزوہ موتہ' کے

لیے روانہ فرمایا۔ آپؐ کو دشمن کی طاقت کا پوری طرح اندازہ تھا۔ چنانچہ آپؐ نے فوج کو ہدایت فرمائی: اگر زیدؓ مارے جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ کو سالار بنالیا جائے اور اگر وہ بھی مارے جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ کو سالار بنایا جائے اور اگر یہ بھی مارے جائیں تو اپنی فوج میں سے جس کو چاہو اپنا سپہ سالار مقرر کرلو۔۲۵

جب اسلامی لشکر منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا حجاز سے متصل شامی علاقے 'معان' پہنچا تو یہیں اس کی اطلاع شرحبیل کو ہوئی ۔ وہ ایک لاکھ کا لشکر لے کر مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کی فوج کی تعداد صرف تین ہزار (۳۰۰۰) تھی۔ اس جم غفیر کے سامنے مسلمانوں کی ہمت پست ہونے لگی اور وہ کش مکش میں مبتلا ہوگئے کہ کیا کرنا چاہیے۔ بالآخر عبداللہ بن رواحہؓ کی اثر دار تقریر کے بعد طے پایا کہ مقابلہ کیا جائے۔ جنگ میں تینوں سپہ سالاروں کی یکے بعد دیگرے شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے علَم اپنے ہاتھ میں لیا اور فوجی حکمت عملی کے ساتھ مسلم لشکر کو بچا کر واپس لے آئے۔ اس جنگ میں بارہ (۱۲) کبار صحابہ نے شہادت پائی، جب کہ بڑی تعداد میں دشمن کے لوگ مارے گئے ۔۲۶

فتح مکہ: مسلمانوں کی کامیابی کا شان دار مظاہرہ

صلح حدیبیہ کی ایک شق یہ بھی تھی کہ ''دس سال تک جنگ نہ ہوگی ، جو قبائل محمد [ﷺ] کے حلیف بن جائیں اور جو قبائل قریش سے ملنا چاہیں وہ ان سے مل سکتے ہیں۔'' اس دفعہ کی بنیاد پر بنی خزاعہ مسلمانوں سے اور بنو بکر قریش سے مل گئے ۔ معاہدہ میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اگر کوئی قبیلہ دوسرے پر زیادتی یا حملہ کرتا ہے تو خود اس فریق پر حملہ اور زیادتی سمجھی جائے گی۔ ابھی معاہدہ کو دوسال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنوبکر نے برسوں کی پرانی رنجش کا بدلہ لینے کے لیے بنوخزاعہ پر حملہ کردیا، جو مسلمانوں کے حلیف تھے۔ اس حملے میں قریش کے بڑے بڑے لوگوں نے بنی بکر کا ساتھ دیا اور ان کو ہتھیار فراہم کیے۔ خزاعہ کے لوگوں کو بری طرح کچلا ، یہاں تک کہ یہ لوگ بھاگ کر خانۂ کعبہ میں پہنچے، مگر وہاں بھی ان کے ساتھ بے رحمی کا معاملہ کیا گیا۔ ان مظلوموں میں سے کچھ لوگ اپنی جان بچا کر مدینہ نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور اپنے اوپر ہونے والے ظلم وزیادتی کا ذکر کیا۔ اب قریش کو ہوش آیا کہ واقعی ہم نے

معاہدہ شکنی کر کے ایک سنگین جرم کیا ہے۔ چنانچہ تجدید معاہدہ کے لیے ابوسفیان مدینہ پہنچے، مگر انھیں کامیابی نہ ملی اور نامراد لوٹنا پڑا۔

اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضروری ہو گیا کہ قریش مکہ کے جرم کی بنا پر ان پر حملہ کریں اور اس ناسور کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں، یا اس طرح دبا دیں کہ پھر وہ آئندہ ایسی کوئی غلطی نہ کریں۔ چنانچہ آپؐ نہایت رازدارانہ طریقے سے دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابوسفیان راستہ میں آکر آپؐ سے ملے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مختلف تدابیر اور حکمت عملی سے کام لے کر حضور مکہ میں داخل ہوئے۔ آپ کی فوج کو دیکھ کر سارا مکہ مبہوت ہو گیا، کسی کو مقابلہ کی ہمت نہ رہی۔ یوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی جنگ و جدال کے فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت سارا مکہ آپ کے سامنے صف بستہ کھڑا تھا اور اپنی گردن جھکائے ہوئے تھا۔ اہل مکہ انتظار میں تھے کہ دیکھیں کہ آج کے دن حضور ہمارے حق میں کون سی سزا سناتے ہیں۔ آپ نے سب پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا: ''آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، تم سب آزاد ہو''۔ اس فتح کے ساتھ ہی پورے عرب کی سیاسی قیادت آپ کے ہاتھوں میں آ گئی۔ [۲۷]

معرکۂ حنین میں مسلمانوں کی کامیابی

فتح مکہ کے نتیجے میں اسلام کو جو غلبہ حاصل ہوا، اس کا مخالفانہ ردعمل مکہ کے قرب و جوار میں رہنے والے بڑے بڑے قبائل میں ہوا۔ ان میں ہوازن اور ثقیف بھی تھے۔ کچھ دوسرے قبائل نے بھی جنگ کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ یہ لوگ ہوازن کے سردار مالک بن عوف کی قیادت میں آگے بڑھے۔ انھوں نے اس جنگ میں اپنی عورتوں، بچوں اور مال و دولت کو ساتھ لیا اور اوطاس کے مقام پر اترے۔

حضور کو اس جنگی کارروائی کی اطلاع ملی تو مکہ کے دو ہزار لوگوں کو، جن میں اکثریت نومسلموں کی تھی اور مدینہ کے دس ہزار کے لشکر جرار کو جو آپ کے ساتھ مکہ آیا تھے، لے کر مکہ سے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلے اور حنین کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ مسلمان دشمن کی چال اور اس کے وجود سے بے خبر تھے کہ اچانک صبح کے اندھیرے میں دشمن نے تیروں کی بارش کر دی اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اس طرح اچانک حملہ کی وجہ سے مسلمانوں میں کھلبلی مچ گئی۔

جب حضور نے مسلمانوں کو ادھر ادھر بھاگتے اور منتشر ہوتے ہوئے دیکھا تو انہیں آواز لگائی اور اپنی طرف بلایا۔ سو (۱۰۰) کے قریب صحابہ آپ کے پاس جمع ہوگئے تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ اب تم ان پر ایک ساتھ ٹوٹ پڑو۔ خود حضورؐ نے زمین سے کچھ کنکر اٹھائے اور انھیں دشمن کی طرف پھینکا۔ اس کے بعد جنگ کا نقشہ بدل گیا، دشمن پیچھے ہٹنے لگے۔ گویا کہ ہاری ہوئی جنگ کو حضور نے اپنی دور اندیشی اور اللہ کی نصرت سے جیت لیا۔ شکست کھا کر جو لوگ میدان سے بھاگے، صحابہ کرام نے ان کا دور تک پیچھا کیا۔ جو ہاتھ لگے وہ قتل کیے گئے۔ اسی تعاقب میں حضرت ابو عامر اشعریؓ شہید ہوگئے اور بعض دوسرے صحابہ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔[۲۸]

روم کے عیسائیوں سے معرکہ آرائی

مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثرات اور جنگوں میں ان کی کامیابی کو دیکھ کر سرزمین عرب سے متصل بعض علاقے جو اب تک حدود اسلامیہ میں داخل نہ ہوئے تھے، ان کو اپنے وجود کے بارے میں خطرہ لاحق ہوا۔ انہی میں ایک ملک روم بھی تھا۔ اس نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ حضور کو رومیوں کی تیاری کی خبر ملی تو آپ کو فکر لاحق ہوگئی۔ ابھی چند ماہ قبل مسلمان سخت محاربہ کے بعد لوٹ کر مدینہ آئے تھے، نیز شدید گرمی کا زمانہ تھا۔ ایسے وقت میں جنگ کے لیے اتنا طویل اور سخت ترین سفر دشوار تھا۔ اس کے باوجود آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ رومیوں کی فوج مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہے، اس لیے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری تیاری کے ساتھ نکل پڑو۔

جب تیس ہزار کا لشکر تیار ہوگیا تو نبی ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ یا سباع بن عرفطہؓ کو مدینہ کا گورنر مقرر فرمایا اور حضرت علیؓ کو اپنے اہل خانہ کی دیکھ بھال کے لیے مامور فرما کر مدینہ سے نکلے۔ اسلامی لشکر صبر واستقلال کے ساتھ اور راستے کی تمام صعوبتیں برداشت کرتا ہوا تبوک پہنچا۔ آپؐ نے تمام صحابہ کو جمع کرکے ایسی موثر تقریر کی کہ ان کے حوصلے بلند ہوگئے اور وہ مرمٹنے کو تیار ہوگئے۔ جب رومیوں کو مسلمانوں کے جوش وجذبہ اور عزائم کا اندازہ ہوا تو وہ میدان چھوڑ کر ادھر ادھر منتشر ہوگئے۔ چنانچہ آپؐ نے ان علاقوں میں پھیلے ہوئے عیسائی عربوں مثلاً ایلہ، اذرغ، تیما، دومۃ الجندل والوں سے صلح کے معاہدے کیے۔

حرفِ آخر

اس تفصیل سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان جنگوں میں اقدام کس نے کیا۔ مسلمانوں نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ جنگ کی نوبت نہ آئے، لیکن دشمنان اسلام کو اپنی طاقت پر غرور تھا، جب کہ مسلمانوں کے حوصلے بھی پست نہ تھے۔ جب حوصلہ اور طاقت کا ٹکراؤ ہوتا ہے تو عموماً حوصلہ مند گروہ کو کامیابی ملتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مسلمان اللہ کی مدد سے ہر جگہ کامیاب و کامران ہوئے۔ اس کے نتیجے میں بعض جنگوں میں بڑی مقدار میں مال غنیمت حاصل ہوا۔ ایسا دنیا کے ہر ملک میں ہوتا ہے کہ جب دشمن پر فتح ہوتی ہے تو اس کے نتیجے میں نہ صرف قیدی ہاتھ لگتے ہیں، بلکہ ان کا مال واسباب بھی قبضے میں آجاتا ہے۔ کیا ایسے موقع پر کوئی فاتح قوم ان اموال سے دست بردار ہوجاتی ہے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کی اس کامیابی کو مغرب لوٹ مار سے تعبیر کرتا ہے۔ بہتر ہے کہ وہ الزام لگانے کے بجائے اپنے فسادِ ذہنی کی اصلاح کرے، پھر ان جنگوں سے متعلق کوئی اشکال نہ رہے گا۔ مستشرقین میں سے بعض کی تحریروں کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں اس بات کا اعتراف ہے کہ عہد نبوی کی تمام جنگیں مبنی بر انصاف تھیں اور حضورؐ اور آپ کے اصحاب نے ہمیشہ صلح کو ترجیح دی۔ مگر کفار ومشرکین نے اپنی طاقت کے سامنے اسلام کی طاقت کو لائق اعتنا نہ سمجھا، اس لیے انہیں ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔

حواشی ومراجع

۱۔ جرجی زیدان، تاریخ تمدن اسلام (اردو ترجمہ)، فرید بک ڈپو، دہلی، ۲۰۰۷ء، ص: ۵۴

۲۔ ڈاکٹر عبدالعلیم، سیرۃ النبی اور مستشرقین، مطبوعہ لکھنو، ۲۰۰۰ء، یہ کتاب 'ولہاوزن' کے ایک طویل مقالہ 'محمڈنزم' کے کچھ حصے کا ترجمہ ہے۔ یہ پورا مقالہ 'انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا' میں شامل ہے۔

۳۔ ابومحمد عبدالملک بن ہشام، سیرۃ النبی، مطبعۃ حجازی، قاہرہ، ۱۹۳۷ء، ج: ۲، ص: ۱۱۹-۱۲۰

۴۔ سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفی، باب خبر النضیر

۵۔ صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب الحراسۃ فی الغزو فی سبیل اللہ۔

۶۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، مطبع معارف، اعظم گڑھ ج:۱،ص:۲۲۰، ص:۲۲۲(اضافہ از سید سلیمان ندوی)

۷۔ ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی، اسلام، پیغمبر اسلام، اور مستشرقینِ مغرب کا انداز فکر، اریب پبلیکیشنز، نئی دہلی، ۲۰۰۷ء، ص:۳۲۴

۸۔ سیرۃ النبی، ابن ہشام ج:۲ ص:۲۳۸

۹۔ ایضا، ج:۲ ص:۲۴۱

۱۰۔ اسلام، پیغمبر اسلام، اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، ص:۳۰۱

۱۱۔ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قصۃ غزوۃ بدر

۱۲۔ سیرۃ النبی، ابن ہشام، ج:۲، ص:۲۴۴

۱۳۔ ایضا، ج:۲ ص:۲۵۴ ۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ ایضا، ج:۲ص:۴۲۶ ۱۶۔ ایضا، ج:۲ص:۴۲۸

۱۷۔ ایضا، ج:۳،ص:۱۰ ۱۸۔ ایضا، ج:۳،ص:۱۸۵-۱۹۳

۱۹۔ ایضا، ج:۳،ص:۲۳۰ ۲۰۔ ایضا، ج:۳،ص:۲۵۸-۲۵۹

۲۱۔ ایضا، ج:۳،ص:۳۵۶ ۲۲۔ ایضا، ج:۳،ص:۳۵۷

۲۳۔ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب الشاۃ التی سمّت للنبی بخیبر۔ مسند احمد، ج:۲ ص:۴۵۱۔ سیرۃ النبی، ابن ہشام، ج:۳، ص:۳۹۰

۲۴۔ صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الدعاء للمشرکین بالہدی لیتألفہم

۲۵۔ ایضا، کتاب المغازی، باب غزوۃ موتۃ من ارض شام

۲۶۔ سیرۃ النبی، ابن ہشام، ج:۳، ص:۴۴۷

۲۷۔ ایضا، ج:۴ ص:۱۰-۳۲

۲۸۔ ایضا، ج:۴ ص:۸۷

۲۹۔ ایضا، ج:۴ ص:۱۷۳

☆☆☆